© rasailojaraid.com

عبدالرزاق کرد علی

۱۸۷۶ء ——— ۱۹۵۳ء

فیضان احمد، شعبہ عربی، علی گڈھ

(۴)

کرد علی کی ادبی تحریریں

جس طرح سماج اور سوسائٹی کے اثرات ادب پر گہرائی سے مرتب ہوتے ہیں اور یہ ممکن نہیں ہے کہ کسی دور کا ادب سماج میں مختلف سطحوں پر ہونے والے تغیرات سے بیگانہ رہے بلکہ کسی نہ کسی شکل میں اس کی جھلک ضرور ہی نظر آجاتی ہے ٹھیک اسی طرح ادیب کی شخصیت اور اس کے رجحانات و میلانات کا آئینہ دار اس کا اپنا ادب بھی ہوتا ہے اس کے اسالیب بیان اور طرز نگارش سے اس کی شخصیت کے مختلف پہلوؤں کا ادراک ممکن ہے بلکہ اس میں اس کے مختلف پہلوؤں کی رنگ آمیزی بھی ملے گی۔

کرد علی کی شخصیت بہت متنوع اور بوقلموں صفات کی حامل تھی زندگی کے مختلف مراحل میں انہوں نے مختلف چیزوں سے وابستگی اختیار کی، بچپن میں شعر و موسیقی کا شوق تھا، اس کے بعد صحافت کا شوق ہوا اور ایک مدت دراز تک اس سے وابستگی اختیار کی، اس کے بعد تاریخی علمی اور ادبی ذوق کی [illegible]

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

رہے ہیں ، وہ اسی نہایت کامیاب مراحل سے گزرتے ہیں ۔ انھوں نے مشرقی علوم و فنون کے ساتھ مغربی علوم و فنون کا بھی مطالعہ کیا ، اور بہت کثرت سے کیا ، مغربی تہذیب و تمدن کا اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کیا ، اس کے مطالعہ [illegible] تھی لیکن اسلاف کے درمیان رہتے ہی ان تمام [illegible] کے ساتھ اسلوب بیان پر بہت گہرا اثر پڑا ، یہی وجہ ہے کہ کہیں کہیں تو ان کا اسلوب ان سب کا آمیزہ اور ملغوبہ نظر آتا ہے اور کہیں کہیں ان چیزوں سے بالکل جداگانہ رنگ کا حامل ہے ۔ شفیق جبری نے اسی وجہ سے لکھا ہے کہ ماحصل کلام یہ ہے کہ کرد علی بعض جگہوں پر اپنی تحریروں میں بلاغت اور فصاحت کے اعلیٰ مقام پر فائز نظر آتے ہیں اور کہیں ادب کے مرتبہ سے نیچے نظر آتے ہیں ، اور کہیں تو ان اخبار نویسوں کی صف میں آجاتے ہیں جن کا مقصد صرف روایت اخبار ہے خواہ وہ کسی شکل میں ہو ۔ لیکن جب انشاء پردازی کے جوہر دکھاتے ہیں تو بلاغت کے اونچے مقام پر پہنچ جاتے ہیں [1]

کرد علی کے عہد میں قاضی فاضل کے اسلوب بیان یعنی سجع بندی ، قافیہ آرائی اور جملوں کی تراش خراش کا رواج تھا اگرچہ بیسویں صدی کے اوائل میں ایسے افراد پیدا ہو چکے تھے جنھوں نے اس اسلوب کے خلاف ایک نئے اسلوب بیان کی بنا رکھ دی تھی ۔ جن میں شہاب الدین آلوسی ، جمال الدین افغانی اور سید محمود شکری کے اسماء قابل ذکر ہیں ۔ لیکن اس کے باوجود ابھی تک کچھ لوگ رسم کہن ہی کو حرز جاں بنائے ہوئے تھے ، کرد علی [illegible] تکلف پسند رسم کہن کی پیروی کے بجائے فطری اسلوب بیان کو [illegible] اپنے دونوں اساتذہ ، شیخ محمد عبدہ اور طاہر جزائری کی متابعت میں پیروی کی ، جن کا شمار پرانے اسالیب کے باغیوں میں ہوتا تھا ۔ کرد علی نے اپنے دوست شکیب ارسلان سے جو بعض تحریروں میں ابھی تک اسی پرانے اسلوب کو اپنائے ہوئے تھے ۔

---

[1] محاضرات محمد کرد علی ، شفیق جبری ، ص ۱۳

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

[illegible] کیا ہے۔ کرد علی لکھتے ہیں: " مجھ ہندی اور حضرت [illegible] سے آپ کے خوب واقف ہیں۔ غالباً[1] آپ کو یاد ہوگا کہ [illegible] آپ نے جو کتاب تصنیف کی ہے اس کے نام ہی سے استفادہ کیا۔ [illegible] کہنا ہے قاری خواہ کتنے ہی [illegible] دانا کا کیوں نہ ہو پہلی نظر میں اس کے مضمون کا مطلب نہیں سمجھ پائے گا، اسی طرح بعض مقامات پر آپ نے مکلا بندی سے کام لیا ہے۔ اور اپنی تقریروں میں بھی غلو سے کام لیتے ہیں البتہ آپ کے کلام مرسل کا میں سب سے زیادہ قدرداں ہوں"۔[2]

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ کرد علی اگر مروجہ منطق اور مسجع ادب سے بیگانہ تھے۔ تو وہ کسی قسم کے ادب سے متاثر تھے اور کن لوگوں نے ان پر اثرات ڈالے ان کا تذکرہ خود ان کی زبان سے سنئے ۔ " میں قرآن کی تلاوت پورے غور و فکر سے کرتا ہوں تاکہ اس کو سمجھوں بھی اور اس کے اندر پوشیدہ بلاغت کا ادراک بھی کرسکوں ساتھ ہی میں نے بخاری، مسلم اور دوسری احادیث کی کتابوں کے ایک بڑے حصے کا بھی مطالعہ کیا، اس کے علاوہ سبع معلقہ کو اور مختلف عربی دواوین کو حفظ کرلیا، متنبی کے نصف دیوان اور عمرو بن ربیعہ، بحتری، ابو تمام، شریف رضی، ابن الرومی، طغرائی، ابو فراس حمدانی، ابو العلاء المعری اور علی بن عبد العزیز کے اشعار کا بڑا حصہ زبانی یاد کرلیا، کامل المبرد، عقد الفرید، عتبی کی تاریخ اور ابن اثیر کی ---- المثل السائر کا مکمل مطالعہ کیا"۔[3]

اس اقتباس سے اس بات کا بآسانی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ کرد علی کے ادبی اور فنی ذوق کو نکھارنے میں کن شعرا اور ادبا کے کلام نے نمایاں رول ادا

---

[1] کتاب کا نام ہے " الارتسامات اللطاف فی خاطر الحاج الی اقدس مطاف"۔

[2] محاضرات عن کرد علی، شفیق جبری، ص ۲۸۹

[3] المذکرات ج ۴، کرد علی، ص ۱۱۹۳۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کیا۔ کردعلی بھی شروع میں قدیم اسلوب کے طلسم ہوشربا کا شکار تھے، لیکن بعد میں انہوں نے بہت سے رسائل پڑھے اور مہارت حاصل کی [illegible] پختگی میں ان کا بھی شمار ہونے لگا، اس کا تذکرہ وہ یوں کرتے ہیں ـــــ "قاضی فاضل، عمادی اور ابن اثیر کے پرتکلف اسلوب بیان سے میری رہائی اس وقت عمل میں آئی جب میرا میلان عبدالحمید کاتب، ابن المقفع، جاحظ اور توحیدی کی تحریروں کی طرف ہوا، اور میں بغیر کسی تکلف کے کلام مرسل کا عادی ہوگیا"[1] کردعلی نے مذکورہ ادبا کی تحریریں کو پڑھا، اس پر غور و فکر کیا، اس کی بلاغت و فصاحت اور اس کے فطری حسن و جمال سے متاثر ہوئے، یہی وجہ ہے کہ ان کی تحریروں میں ان سب کی آمیزش ملے گی بلکہ ان سب کے آمیزے سے ایک نیا اسلوب جنم لیتا ہے، جس کو ہم کردعلی کا اسلوب کہہ سکتے ہیں[2] کردعلی کے کلام کی دقت تعبیر اور پیکر تراشی کا حسن بڑی حد تک انگریزی ادب کا مرہون منت ہے، کیونکہ کردعلی نے انگریزی ادب کا مطالعہ گہرائی سے کیا، اور اس کے ادبی اور فنی خصوصیات سے متاثر ہوئے[3] کردعلی مدت دراز تک صحافت سے منسلک رہے، صحافتی زندگی میں واقعات اور حوادث جو اچانک رونما ہوتے ہیں۔ ان کی حقیقت حال بیان کرنی ہوتی ہے اور اس پر تبصرہ و تنقید کرنا پڑتا ہے ایک صحافی کے پاس اتنا وقت نہیں ہوتا ہے کہ وہ الفاظ و تراکیب میں حسن انتخاب سے کام لے اور جملوں کی تراش خراش میں وقت لگائے، یہی وجہ ہے کہ صحافی کا قلم ہر طرح کے تکلف سے پاک سیدھی سادھی زبان اور صاف و سادہ اسلوب بیان کا عادی ہوتا ہے کردعلی کا اسلوب بھی صحافت کی وجہ سے ہر طرح کے تکلفات سے

---

[1] محاضرات محمد کردعلی، ص ۲۷۵

[2] ایضاً، ص ۱۰۱

[3] محاضرات محمد کردعلی، شفیق جبری، ص [illegible]

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بیگانہ ہوچکا تھا۔ سلہ

کرد علی کی تحریریں عموماً شاعرانہ رنگ سے بالکل خالی ہیں کیونکہ جہاں مادی، اجتماعی اور اخلاقی امور پر بحث و مباحثہ ہو رہا ہو، پیچیدہ فلسفیانہ مباحث کی گتھیاں سلجھائی جا رہی ہوں وہاں شاعری کی زبان سے کیا سروکار، کیونکہ اس کی ضرورت تو اس وقت پڑتی ہے، جب جذبات و احساسات کو چھیڑنا مقصود ہو، لیکن جب کرد علی کے جذبات و احساسات سے کھیل کرنے کی کوشش کی جاتی ہے تو ان کی تحریر میں شاعرانہ رنگ بھی چڑھ جاتا ہے، عثمانی حکومت کے عہد میں جب مادر وطن کو چھوڑ کر آستانہ کے لئے روانہ ہوتے ہیں۔ تو مادر وطن کی محبت نہاں خانہ دل سے ابل پڑتی ہے اس کے اظہار کے لئے وہ جو اسلوب اختیار کرتے ہیں اس پر شاعری کا رنگ پورے طور پر چڑھا ہوا ہے، وہ کہتے ہیں۔

"وداعاً غوطة الفيحاء، مجلى الطبيعة ومعنى الانس وموطن الطيبات ومهبط التجليات، سلام الله كي كثر تبك المسكية، جميل جمال بيطاء السندسية عطركا لوا دار واحلت الجنية وتحية طيبة تتساقط على عمرانك تساقط الوابل والطل على جنا تك الغبياء وحراجك الغلباء وانثني ربك الميلاء وعلامات الكثيرة الالتفاء،

سلام غوطة دمشق كلما غردت اطيارك فملك على الشاعر، سجع الحمام والبهام وهديل العندليب والمزاد وتغريد الشحرور والسعرور كيف تستهوين النفس ونعيق الغربان ونقيق الضفادع إذا ردّدهما الصدى

سلہ محاضرات محمد کرد علی، [illegible]

© rasailojaraid.com

فی لیالیک یسر بعث القلب بمعان لا تلهم منها فی الکون الاخری کما یفسر فی النهار ثغاء السماء عز وجوا د البیقر وخوار الثیران ¹

اس قسم کی تحریروں کی روشنی میں ڈاکٹر محمد راشد صاحب نے بہت صحیح تجزیہ کیا ہے کہ کرد علی نے گرچہ بچپن میں اپنے اساتذہ کی نصیحتوں کی وجہ سے شاعری ترک کر دی تھی۔ مگر اس کی روح ان کی مزاج اور طبیعت کا جزء بنی رہی جس کے اثرات ان کی تحریروں میں نمایاں ہیں۔ اپنی قوم کی تباہی اور پستی کا جہاں ذکر کرتے ہیں ان کی تحریریں ربط و تسلسل، روانی اور شگفتگی کے ساتھ ساتھ سوز و گداز کا عجیب و غریب مرقع بن جاتی ہیں اور پڑھنے والوں کو ان میں شاعر کا دل اور فنکار کا قلم نظر آتا ہے ¹

کرد علی کا قلم جب تاریخی حقائق بیان کرتا ہے جن کا تعلق جذبات و احساسات کے بجائے عقل و دماغ سے ہوتا ہے تو اسلوب بیان پر شعری رنگ کے بجائے علمی رنگ آجاتا ہے۔ کرد علی کے ادب کے بارے میں کیالی کا کہنا ہے ــــ ان کا ادب فصاحت اور بلاغت کا نمونہ تھا جس کا خمیر بڑی حد تک اسلامی تاریخ کی مختلف شکلوں اور مغربی تہذیب و تمدن کی رنگینیوں سے تیار کیا گیا تھا۔ متقدمین نے جو کچھ بھی لکھا تھا، اس کا مطالعہ انہوں نے پورے تحقیق کے ساتھ کیا پھر ادب او بلاغت کے ماطین کی تحریروں کا مطالعہ کیا، مدتوں صحافت سے منسلک رہے جس کی وجہ سے ان کا قلم تکلفات اور تصنعات سے پاک ہو گیا، اس کے بعد اہل مغرب کی کتابوں کا مطالعہ کیا جس کی وجہ سے ان کے اسلوب بیان میں قوت، نیرنگی اور پختگی پیدا ہو گئی، یہی وجہ ہے کہ قدیم یا جدید، ـ

سلہ ملاحظہ ہو اسلام اور عصر جدید [illegible]

© rasailojaraid.com

مشرق یا مغرب کا کوئی بھی مفکر و فلسفی ہوتا اس کا پہلے مطالعہ کرتے، پھر بحث و تحقیق کرتے۔ اس کے بعد چیدہ الفاظ اور حسین اسلوب میں اس کو بیان کر دیتے ؎

"عروضی اور فنی مسائل" نیز "اردو میں کلاسیکی تنقید" کے بعد
منفرد شاعر اور مستند نقاد پروفیسر عنوان چشتی کا تاریخ ساز کارنامہ

حرفِ — برہنہ

جس میں اردو کے مشہور شاعروں اور ادیبوں کی اہم اہم کتابوں کا تنقیدی و تحقیقی جائزہ لے کر دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی کر دیا ہے۔ اس کتاب میں پروفیسر عنوان چشتی کے وہ تجزیاتی، عروضی، لسانی اور فنی مقالے شامل ہیں جنہوں نے ادبی و شعری حلقوں میں بڑی مقبولیت اور شہرت پائی ہے۔ اور جنہوں نے اصلی اور نقلی شاعری کی پرکھ کا معیار قائم کر دیا ہے۔ اردو کے بڑے اور اہل قلم ادیبوں اور عالموں کی رائے ہے کہ آزادی کے بعد یہ کتاب شعری تنقید کی دنیا میں بے باک گفتاری کی نئی روایت قائم کرتی ہے جس سے عام قاری سے لے کر شاعروں تک اور طلباء سے لے کر اساتذہ تک استفادہ کر سکتے ہیں۔ اچھی تنقید لکھنے اور اچھی شاعری کرنے کے لئے اس کتاب کا مطالعہ ضروری ہے۔

کیا آپ نے یہ کتاب پڑھی ہے؟ اگر نہیں تو آج ہی منگوا لیجیے۔

یہ کتاب ہر شہر کے بڑے بک سیلر سے حاصل کی جا سکتی ہے، یا براہ راست لکھیے۔

اردو سماج، بی ۱۱۷، جامعہ نگر، نئی دہلی ۲۵۔

۱۔ مکتبہ جامعہ، جامعہ نگر، نئی دہلی ۲۵

۲۔ ادارہ خاتون مشرق، مٹیا محل، جامع مسجد دہلی ۶

© rasailojaraid.com